**OPEN ACCESS**
*Al-Duhaa*
*﴾Journal of Islamic Studies﴿*
*ISSN (print): 2710-0812*
*ISSN (online): 2710-3617*
*www.alduhaa.com*

*Al-duhaa, Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2022*
*DOI:10.51665/al-duhaa.003.01.0117, PP: 479-490*

# اصلاح معاشرہ کے لیے دعوت و تبلیغ کی ضرورت واہمیت اوراس کا طریقہ کار

# *The need and importance of invitation and preaching (Da'wat wa Tablīgh) for the betterment of the society and its method*

**Published:** 01-06-2022
**Accepted:** 15-05-2022
**Received:** 31-12-2021

**Dr. Muhammad IkramUllah**
*Associate Professor, Department of Islamic and Religious Studies, The University of Haripur*
*Email: drmikramullah@gmail.com*
https://orcid.org/0000-0001-5719-0229

**Dr. Sami ul Haq**
*Assistant Professor, Department of Islamiyat, Shaheed Benazir Bhutto University, Sheringal, Dir*
*Email: haq@sbbu.edu.pk*
https://orcid.org/0000-0002-8857-2702

**Dr. Muhammad Hayat Khan**
*Assist Professor, Department of Islamic and Religious Studies, The University of Haripur*
*Email: Hayat.khan715@gmail.com*
https://orcid.org/0000-0003-0868-4227

## Abstract

*The purpose of Islamic society is to present Islam in practical form to the world for the guidance of humanity. Selfishness, fear and injustice become common within the society, when there is a decline in moral values. In this sense, it is important that the reformers continue the society reforms in every period to avoid deterioration in the society. The followers of Islam have a very effective system of reforming society in the form of the Islamic beliefs. The task of reforming the society can be done well by following the methods and principles set by the Holy Prophet. In this paper, an analysis of the necessary issues required for the reform of the society has been presented and it has been concluded that the reform of the society is not the responsibility of any individual, institution, or organization, but it is the duty of the entire Muslim Ummah to contribute to the reformation of the society, because the disaster of not reforming will befall the entire Ummah. Government and politics play an important role in the reformation or deterioration of the society. If there are measures for the reformation of*

*the society on a large scale, there will be positive effects. Also, individuals are reformed by their educational institutions, but the curriculum and educational activities are deprived of this, so reforming measures should be included in it.*
***Keywords**: Reform society, Da'wah, preaching, followers.*

**تمہید:**

مسلم معاشرہ اصولی طور پر دنیا کا ایک رہنما معاشرہ ہے۔ اسلامی معاشرے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسانیت کی رہنمائی کے لیے اسلام کو عملی صورت دے کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ انسانیت اس عظیم رحمت و برکت اور فائدے سے محروم نہ رہے۔

جب کسی معاشرے میں اخلاقی اقدار کا انحطاط ہوتا ہے تو معاشرے کے اندر خود غرضی خوف اور بے انصافی کا چرچہ عام ہو جاتا ہے اس لحاظ سے ضروری ہے کہ ہر دور میں مصلحین اصلاح معاشرہ کا کام جاری رکھیں تاکہ معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ اسلام کے پیروکاروں کے پاس اسلامی عقیدے کی صورت میں معاشرے کی اصلاح کا نہایت مؤثر نظام موجود ہے نبی کریم ﷺ نے جو طریقہ اور اصول متعین کیے ہیں انہی کی پاسداری سے ہی اصلاح معاشرہ کا کام بخوبی انجام دیا جا سکتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں اصلاح معاشرہ کے لیے درکار ضروری امور کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

**سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ**

تبلیغ و اصلاح معاشرہ انبیاء کا منشور رہا ہے، اس سے متعلق کئی کتب اور مقالہ جات تحریر کیے گئے جن میں محسنہ منیر کا ایک مقالہ "حکمت دعوت و تبلیغ ارشادات نبوی ﷺ کی روشنی میں" جس میں احادیث کی رو سے یہ بتایا گیا کہ دعوت و تبلیغ کے پیچھے کیا حکمت کارفرما ہے۔ اسی موضوع پر ڈاکٹر عبد الواحد کا ایک موضوع "عظیم ترین معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ کی دعوت وادشاد کی آفاقی خصوصیات" ہے جس میں انہوں نے انفرادی اور اجتماعی دعوت پر بات کی ہے۔ "خواتین کے لیے منہج دعوت وارشاد" ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس کی ایک تحریر ہے جس کو انہوں نے سلسلہ مجددیہ کے مکتوبات کی روشنی میں تحریر کیا ہے، اور اس میں اصلاح معاشرے اور باطل رسومات کے خاتمہ کے لیے مختلف معزز خواتین کی طرف لکھے گئے اصلاحی مکتوبات کو ذکر کیا ہے۔

اس مضمون پر کتب بھی تحریر کی گئی ہیں جن میں "دعوت وارشاد" پروفیسر محمد نعیم صدیقی اور ڈاکٹر حمید اللہ کی تصنیف "دعوت وارشاد" ہے جس میں انہوں نے دعوت کی ضرورت و اہمیت پر بات کی، داعی کے اوصاف اور مختلف انبیاء کے دعوتی اسلوب کو بیان کیا ہے۔

**اصلاح کے لئے دعوت کی ضرورت**

دین اسلام نے امت مسلمہ کی یہ ڈیوٹی لگائی ہے کہ معاشرے سے منکرات کا خاتمہ کریں اور نیکیوں کو فروغ دیں اللہ تعالی نے امت مسلمہ کا کام ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"[1]

"تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔"

نیکیوں کو فروغ دینا اور منکرات کو مٹانا کوئی معمولی کام نہیں بلکہ یہ وہ کام ہے جو انبیاء کرام اور ان کے جانشین کرتے تھے ان کی تعلیمات امر اور نہی پر مشتمل تھیں۔ وہ معروف کا حکم دیتے تھے اور منکر سے روکتے تھے کیونکہ امت مسلمہ کو "خیر امت "اور بہتر امت اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ وہ اصلاح کا کام کریں گے۔

اس امت کو" خیر امت" کا لقب اس لئے ملا ہے کہ ایک طرف وہ شر سے بھری ہوئی دنیا کے لئے خیر ثابت ہوگی اور سیدھی راہ دکھائے گی اور دوسری طرف خدا کی کامل اطاعت اور فرماں برداری کرے گی۔

سورۃ توبہ میں ایمان والوں کا یہی دو طرفہ کرداریوں بیان کیا گیا ہے:

" اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ"[2]

"خدا سے توبہ کرنے والے، اس کی عبادت کرنے والے، اس کی حمد و ثنا کرنے والے، اس کی راہ میں گھومنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، معروف کا حکم دینے والے اور منکر سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ان ایمان والوں کو خوشخبری دیجئے۔"

اسی آیت کے ذیل میں ابن کثیر لکھتے ہیں:

"ایمان والے عبادتیں کرکے صرف اپنا فائدہ نہیں دیکھتے بلکہ دوسروں کو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے خدا کی بندگی کی راہ دکھاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کون سا کام جائز ہے اور کون سا کام ناجائز ہے۔ علما اور عملا دونوں طرح حلال اور حرام کے بارے میں خدا کی حدود کی حفاظت کے پیش نظر رہتی ہے چنانچہ وہ بذات خود عبادت حق اور خیر خواہی خلق دونوں طرح کی عبادت کے علم بردار ہوتے ہیں۔اسی لئے پروردگار نے فرمایا کہ مومنین کو خوشخبری دو کیونکہ ایمان ان دونوں باتوں کے اجماع کا نام ہے جو ان دونوں باتوں سے مصف ہو تو پوری سعادت انہیں حاصل ہے۔"[3]

تمام علماء کرام اسی بات پر متفق ہیں کہ معاشرے کی اصلاح کے لیے ہر دور میں دعوت کا کام جاری رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

امام شوکانیؒ نے ضحاکؒ سے نقل کیا ہے:

"الامر بالمعروف والنہی عن المنکر فریضتہ من فرائض اللہ کتبہا اللہ علی المؤمنین"[4]

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالی کے متعین کردہ فرائض میں سے ایک فرض ہے جسے اللہ تعالی نے مومنوں کے لئے لازم کردیا ہے۔ "

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"الامر بالمعروف والنہی عن المنکر الذی انزل اللہ بہ کتبہ وارسل بہ رسلہ من الدین"[5]

"اللہ تعالی نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم کے ساتھ اپنی کتابیں نازل کیں اور اپنے رسول بھیجے کہ یہ

دین کا ایک جز ہے۔"

امام شوکانیؒ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"وجوبه ثابت بالكتاب واسنة وهو من اعظم واجبات الشريعة واصل عظيم من اصولها وركن اهم من اركانها وبه يكمل نظامها ويرتفع منامها"[6]

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا لازمی ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ یہ شریعت کا عظیم ترین فریضہ ہے۔یہ شریعت کی اصل اور اس کے ارکان میں سے ایک مضبوط رکن ہے۔اسی سے شریعت کا نظام مکمل ہوتا ہے اور اس کی چوٹی اونچی ہوتی ہے۔"

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ:

اصلاح معاشرہ صرف ایک دعوتی کام نہیں ہے بلکہ ایک عظیم سیاسی کام بھی ہے کیونکہ سیاست کسی چیز کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو جانے اور کمربستہ ہو جانے کو کہتے ہیں سیاست تین چیزوں کا نام ہے:

1. زمین کو آباد کرنا اور عمرانی تمدن قائم کرنا۔
2. اللہ تعالی کے احکام کو نافذ کرنا۔
3. اخلاقی فاضلہ کو عام کرنا۔[7]

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ حکمرانوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ دعوت کا کام کریں یعنی معاشرے کی اصلاح کریں۔ ان سے برائیوں کو دور کریں اور اچھائیاں عام کریں۔

اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ"[8]

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں انہیں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

قرآن کی اس آیت میں اسلامی حکومت کا منشور یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ معاشرے کو سدھارنے کے لیے کمربستہ ہو گی۔ معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ اسلامی حکومت کا مقصد گردانا گیا ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تکمیل شریعت سزاؤں کے نفاذ کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالی اقتدار حکومت کے ذریعے ان کاموں کو بھی روک دیتا ہے جو قرآن کے ذریعے نہیں روک سکتے۔ حدود کو قائم کرنا حکام پر واجب ہے اور یہ چیز حاصل ہوتی ہے واجبات کے چھوڑنے اور محرکات کے ارتقاب کرنے پر سزا دینے سے۔"[9]

یہی وجہ تھی کہ خلافت اسلامیہ میں اصلاح معاشرہ کے لیے باقاعدہ ایک ادارہ تشکیل دیا گیا تھا۔ اس ادارے کا مقصد وحید یہی تھا کہ وہ معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ کریں۔ لوگوں کے اندر اخلاقی اقدار کو فروغ دیں جب اس ادارے کا یہ مقصد نہیں رہا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان زوال کا شکار ہو گئے ہیں۔

**معاشرے کی اصلاح نہ کرنے پر وعید اور سزا**

بگڑے ہوئے ماحول میں نیک آدمی کے بھی گناہگار بن جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔اس سے نجات کی صورت یہ ہے کہ آدمی صالح معاشرے کے لیے مسلسل سعی کرتا رہے۔ جہاں اس کو خرابی نظر آئے اس کو درست کریں کیونکہ دوسروں کی اصلاح سے اس کی اپنی اصلاح قائم رہے گی۔اگر اصلاح معاشرہ کی کوشش چھوڑ دیں تو فطری طور پر اس کے دل میں برائیوں کے خلاف وہ نفرت بھی باقی نہیں رہتی جو فی الواقع ہونی چاہیے۔ پھر آہستہ آہستہ اس سے مانوس ہونے لگتا ہے اور آخرکار وہ خود برائیوں میں شریک ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"[10]

"بچو اس فتنے سے جس کی سزا تم میں سے صرف ان لوگوں تک محدود نہیں رہے گی جنہوں نے ظلم کیا ہے۔"

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب اصلاح معاشرہ کرنے والے نہیں رہ جاتے ہیں،اور معاشرہ ناسور بن جاتا ہے تو اسی وقت اللہ تعالی اپنے عذاب نازل فرماتا ہے۔ لیکن یہ عذاب صرف ان لوگوں کے لئے نہیں ہوتا اور نہ ان لوگوں تک محدود ہوتا ہے جو مفسدین ہیں۔ بلکہ وہ عذاب عام ہوتا ہے اور اس کی زد میں نیک اور بد دونوں آتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے علماء اور مشائخ کی سخت مذمت کی ہے کہ اللہ نے ان کو اصلاح امت کا اونچا مقام دیا تھا لیکن وہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل رہے، عوام ان کے سامنے معصیت کی زندگی گزار رہے تھے ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کر رہے تھے اور حلال و حرام کے فرق سے بے نیاز ہو چکے تھے۔ لیکن وہ اس صورت حال کو بدلنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ"[11]

"اور تم ان میں سے بہت سوں کو دیکھو گے کہ وہ گناہ اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں اور حرام مال کے کھانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے رہے ہیں۔یقینا بہت برا ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ ان کو ان کے مشائخ اور علماء جھوٹ بولنے اور حرام مال کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے۔یقینا یہ غلط رویہ ہے جو یہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔"

قرآن کے دوسرے مقامات پر برائی سے منع نہ کرنے والوں کے بارے میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو تباہ کیا جو برائی کرتے اور صرف ان لوگوں کو بچایا جو برائی سے منع کرتے تھے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ"[12]

"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داوٗدؑ اور عیسیٰؑ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔انہوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب

سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ برا طرز عمل تھا جو انھوں نے اختیار کیا۔ "

دوسری جگہ اللہ تعالی بیان فرماتے ہیں:

"وَ سْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ"[13]

"اور ذرا ان سے اس بستی کا حال بھی پوچھو جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔ انہیں یاد دلاؤ وہ واقعہ کہ وہاں کے لوگ ہفتے کے دن حکم الہی کی خلاف ورزی کرتے تھے اور یہ کہ مچھلیاں ہفتہ کہ دن ابھر ابھر کر سطح پر ان کے سامنے آتی تھیں اور (ہفتہ کے سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں)۔ یہ اس لیے ہو رہا تھا کہ ہم ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو آزمائش میں ڈال رہے تھے۔ انہیں یہ بھی یاد دلاؤ کہ جب ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہوں نے ہلاک کرنے والا عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ ہم یہ سب کچھ تمہارے رب کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اس امید پر کرتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اس کی نافرمانی سے پرہیز کریں گے آخر کار جب وہ ان ہدایات کو بالکل فراموش کر گئے جو انہیں یاد کرائی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ پھر جب وہ پوری سرکشی کے ساتھ وہی کام کئے چلے گئے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ تو ہم نے کہا بندر ہو جاؤ ذلیل اور خوار۔"

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا کام چھوڑنے پر سخت سزا کی وعید سنائی گئی ہے ان میں سے جن روایات حسب ذیل ہیں:

ابن ابی الدنیا ابراہیم صنعانی[14] سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے یوشع بن نون[15] کو وحی کی کہ میں تمہاری قوم سے چالیس ہزار نیک لوگوں کو 60 ہزار شریر لوگوں کو ہلاک کر رہا ہوں۔ تو انہوں نے عرض کیا اے میرے رب! شریر تو ٹھیک ہے لیکن اچھے اور نیک لوگوں کو کیوں ہلاک کر رہے ہو تو اللہ تعالی نے فرمایا! یہ اس لئے کہ یہ لوگ میری نافرمانی پر غمگین نہیں ہوئے جبکہ یہ لوگ ان بروں کے ساتھ کھاتے تھے اور پیتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک گاؤں کی طرف دو فرشتے بھیجے اور حکم دیا کہ ان کے اندر جو کچھ ہے تباہ و برباد کرو تو انہوں نے اس میں ایک بندے کو دیکھا جو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تو انہوں نے عرض کیا اے ہمارے رب اس میں تمہارا ایک بندہ فلانا ہے جو کہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اللہ نے کہا اس کو بھی ان کے ساتھ تباہ و برباد کرو کیوں کہ اس کے چہرے پر میری نافرمانی ہونے کے باوجود کوئی تغیر نہیں آیا یعنی اس پر اس کو غم نہیں ہوا۔

عبداللہ ابن عباس[16] کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیتی ہے تو ان کے اعمال اوپر نہیں اٹھائے جاتے ہیں اور نہ ان کی دعاؤں کو قبول کیا جاتا ہے۔[17]

لہٰذا معاشرے کو اجتماعی خسارے اور بگاڑ سے بچانے کے لیے ہر فرد کو جس طرح خود نیک اور صالح بننے کی کوشش کرنی

چاہیے اسی طرح ضروری ہے کہ ان کے اجتماع سے بھی ایک مومن اور صالح معاشرہ وجود میں آنا چاہیے۔ بلکہ اس معاشرے کے ہر فرد کو اپنی یہ ذمہ داری محسوس کرنی چاہیے کہ وہ معاشرے کو بگڑنے نہ دیں۔ اس لیے اس کے تمام افراد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کریں۔ حق کا لفظ باطل کی ضد ہے اور یہ بالعموم دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ایک صحیح اور سچی اور مطابق عدل وانصاف اور مطابق حقیقت، بات خواہ وہ عقیدے اور ایمان سے تعلق رکھتی ہو یا دنیا کے معاملات سے دوسرے وہ حق جس کا ذکر کرنا انسان پر واجب ہو۔ اخدا کا حق ہو یا بندوں کا حق یا خود سے اپنے نفس کا حق۔

پس ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کا یہ معاشرہ ایسا بے حس نہ ہو کے اس میں باطل سر اٹھا رہا ہو۔ اور حق کے خلاف کام کیے جا رہے ہوں مگر لوگ خاموشی کے ساتھ اس کا تماشہ دیکھتے رہیں بلکہ اس معاشرے میں یہ روح جاری وساری رہے کہ جب اور جہاں بھی باطل سر اٹھائے۔ کلمہ حق کہنے والے اس کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوں اور معاشرے کا ہر فرد خود ہی حق پرستی اور راستبازی اور عدل وانصاف پر قائم رہنے اور حق داروں کے حقوق ادا کرنے پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس طرز عمل کی نصیحت کرے یہ وہ چیز ہے جو معاشرے کو اخلاقی زوال اور انحطاط سے بچانے کی ضامن ہے۔ اگر یہ روح کسی معاشرے میں موجود نہ رہے تو وہ سزا سے نہیں بچ سکتا اور اس نظام میں وہ لوگ بھی آخرکار مبتلا ہو کر رہتے ہیں جو اپنی جگہ پر قائم ہوں مگر اپنے معاشرے میں حق کو پامال ہوتے دیکھتے رہیں۔

**اصلاح معاشرہ کا طریقہ کار**

**اسلامی حکومت کا قیام**

اصلاح معاشرہ میں سب سے اہم ذمہ داری اسلامی حکومت پر پڑتی ہے۔ بلکہ ایک صالح اور اسلامی حکومت معاشرے کی اصلاح میں جو کردار ادا کر سکتا ہے وہ کوئی اور ادا نہیں کر سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اسلامی حکومت کا مقصد بھی یہی بتایا گیا ہے:

"اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ"[18]

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں انہیں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

کوئی بھی معاشرہ جائز اور شرعی سزاؤں کے بغیر درست نہیں ہو سکتا ہے۔ ناپ تول میں کمی، ملاوٹ کرنا، قتل کرنا اور چوری کرنا لوگوں کی عزت کو لوٹنا، بے حیائی کو پھیلانا، دین کی غلط تشریحات اور من مانی تاویلات کرنا وغیرہ ایسی برائیاں ہیں جس کا تدارک اور خاتمہ ایک عادل اور صالح حکومت کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے۔

مندرجہ بالا برائیوں کی صورت میں داعی صرف ان کو زبانی دعوت دے سکتا ہے۔ جس سے شریر لوگ کم حد میں منع ہوں گے جبکہ زیادہ تو ان کے ساتھ لڑ پڑیں گے۔ لہٰذا صالح معاشرہ کے قیام کے لئے ایک صالح عادل دیانتدار اور خداترس اسلامی حکومت کی ضرورت ہے جو معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ بزور قوت کرے۔

**ایک عالمی مرکز کا قیام**

ایک ایسے مرکز کو قائم کیا جائے جس میں داعیوں کا اجتماع ہو اور اس میں درج ذیل باتوں کا جائزہ لیا جائے۔

وہ اس بات کا جائزہ لے کے کون کون سے گروہ صحیح عقیدے سے دعوت کا کام کر رہے ہیں۔ پھر ان کو اتفاقی مسائل پر اکٹھا کرے۔ تمام گروہوں کا ایک امیر بنایا جائے اور ایک اجتماعی کونسل کی شکل میں اتفاق سے دعوت کا کام آگے بڑھائیں۔

جہاں جہاں اختلافات ہیں ان کو ٹھنڈے مزاج سے ختم کریں اور آپس میں بیٹھ کر دعوت کے کام کے لئے اتفاقیات نکالیں۔ علیحدہ اور گروہی شکل میں دعوت زیادہ مؤثر نہیں رہتی ہے۔ اس وجہ سے اس بات کی ضرورت ہے کہ اجتماعی شکل میں آپس میں تمام اختلافات کا خاتمہ کیا جائے اور اتفاق واتحاد سے دعوت کا کام آگے بڑھایا جائے۔

ظاہر ہے کہ ایک گروہ دعوت کے تمام پہلوؤں کو بیک وقت پایہ تکمیل تک پہنچا نہیں سکتا تو تمام گروہ آپس میں تقسیم کار کریں کیونکہ ایک گروہ بیک وقت تعلیم مدرسہ دعوت دینا وغیرہ قسم کے تمام کاموں کو مکمل نہیں کر سکتا لہٰذا یہ دعوتی گروہ آپس میں تقسیم کار کریں کہ کس نے کون سا کام کرنا ہے۔

عالمی مرکز تمام دنیا میں چھوٹے چھوٹے مراکز کھولیں اور یہ سب بلا کسی فرقہ بندی کے دعوت کا کام کریں اور دعوت دینے والے یعنی دوسرے داعی گروہوں اور افراد میں جوڑ قائم کرے۔

**دینی تحریکوں کا اتحاد**

دنیا میں اسلامی نظام حیات اور اسلام کے دوبارہ احیاء کے لیے مختلف تحریکیں کام کر رہی ہیں ان تحریکوں کا الگ الگ کام تو موجود ہے۔ لیکن ان کے درمیان آپس میں اتفاق نہیں ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے لئے یہ بات ازحد ضروری ہے کہ ان تنظیموں اور تحریکوں کے اندر اتفاق ہو۔ یہ لوگ اس اتفاق واتحاد کو مد نظر رکھ کر دعوت اور اصلاح کا کام کریں ایک دوسرے پر کفر بازی کے فتووں سے دعوت اور اصلاح کا کام سست پڑے گا۔

اسلام وہ دین ہے جو لوگوں کو اتحاد اور اتفاق کا درس دیتا ہے اور لڑائیوں سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔ کیونکہ تمام دینی تحریکوں اور تنظیموں کا دعویٰ اور مقصود دین اسلام ہے اس اس یعنی قرآن وسنت پر متفق ہونا چاہیے اور جہاں بھی اختلافات پیدا ہوتے ہیں وہ اس عالمی مرکز میں حل کیا جائے تاکہ اصلاح معاشرہ اور دعوت کے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔

مخالفانہ ماحول میں چند آدمیوں کا آگے بڑھ کر پورے معاشرے کو بیک وقت چیلنج کرنا کوئی دانشمندی کا کام نہیں اور نہ اس طرح معاشرے کی اصلاح ہو سکتی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اتحاد واتفاق پیدا کیا جائے اور پھر مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ اور اتفاق واتحاد کے ساتھ معاشرے کی اصلاح کی جائے۔

**مناظروں کا خاتمہ**

یہ بات ذہن نشین ہو کہ جزئیات میں سے ہر ایک پر الگ الگ زور دینے کے بجائے اصل الاصول کی فکر کرنی چاہیے۔

جس کی اصلاح سے فروغ کی اصلاح خود بخود ایک فطری نتیجے کے طور پر ہو جاتی ہے۔ اگر ہم جزئیات پر زور دیں گے تو اپنے نصب العین میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک دوسرے کو وہابی، بدعتی، دیوبندی اور دیگر بے شمار ناموں سے یاد کریں گے حتی کہ لڑائی اور جھگڑے۔ شروع ہو جائیں گے۔

دعوت و تبلیغ میں لوگوں کو دین کے بنیادی امور پر لگایا جائے۔ بے خبر مسلمانوں کو کلمہ شہادت کی حقیقت اور نماز سے آشنا کیا جائے۔ پھر ان کی اور دوسرے لوگوں کی معاشرت کا جائزہ لے کر بتدریج اس کی اصلاح کی جائے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے شرکیہ رسوم مٹائی جائے اسلامی معاشرے کے اصولوں کے تحت اس کے اندر مساوات، تواضع، ہمدردی، ایثار، حلال و حرام اور اخلاقی اقدار پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور پھر ان کے اندر دعوت کا جذبہ اور سلیقہ پیدا کرنے پر پورا زور صرف کیا جائے۔

**مساجد کو آباد کرنا**

اسلام مسجد کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مسجد بیک وقت مسلمانوں کی عبادت خانہ اور مرکزی شوریٰ ہے محلے کی مسجد اہل محلّہ کے بارے میں تنازعوں کے حل میں ایک اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ مسجد اصلاح کا سب سے بڑا ذریعہ اور مرکز ہے ۔ باالفاظ دیگر محلّہ ایک چھوٹی سی ریاست ہے اور مسجد اس کا دارالخلافہ ہے۔ جہاں فیصلے، تنازعے اور تمام امور حل ہو سکتے ہیں بشرط یہ کہ مسجد کو آباد کیا جائے۔

**مساجد کو آباد کرنے کا طریقہ**

وہاں کے امام ایک ایسی شخصیت ہو جو خود بااثر ہو۔اس کے اندر تفرقہ بازی کا کوئی عنصر موجود نہ ہو۔اس کی شخصیت علمی اور عملی ہو۔ وہ ایک داعی ہو، وہ لوگوں کی امامت کرسکتا ہو۔ اہل محلّہ کا یہ فرض بنتا ہے کہ مسجد کے پیش امام کو مالی لحاظ سے کسی کا محتاج نہ بنائیں۔

امام مسجد کی سربراہی میں اہل محلّہ کی کمیٹی تشکیل دی جائے تاکہ محلے کے غریبوں کی خبر گیری اور محلے کے دوسرے مسائل حل کرنے کے لیے ایک خاص نظام پیدا ہو جائے۔

کمیٹی کی یہ ذمہ داری رہے گی کہ وہ خواص اور عوام کے فرق کو مٹائے۔ عبادات اور معاملات میں دونوں طبقوں کے اندر اتحاد اور ربط پیدا کریں ۔اور طبقاتی تفریق جس نے امیر اور غریب کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا ہے بلکہ نفرت پیدا کی ہے مربوط کوششوں کے ذریعے اس کا خاتمہ کیا جائے۔

اہل محلّہ یا کمیٹی اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں برائیوں پر نکیر کرکے آہستہ آہستہ اس کا خاتمہ کرے

علمی اور تعلیمی حلقے بنائے جائیں تاکہ چھوٹا اور بڑا سب ان علمی حلقوں سے ضرورت کے مطابق استفادہ کرسکیں۔

**دروس قرآن اور دروس حدیث کا اہتمام**

مساجد کی سطح پر یا دوسری جگہوں پر ان دروس کا اہتمام کیا جائے ۔ان دروس میں معاشرے کی علمی ضروریات اور اصلاحی عمل کے حوالے سے ماثر دروس دی جائیں۔ تاکہ لوگ آسانی سے حقوق اللہ، حقوق العباد، تاریخ اسلام میں نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت سیکھیں دروس میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی اہل تر شخص سے یہ کام لیا جائے۔ لیکن ان دروس کو مختصر اور جامع صورت میں پیش کرنا چاہیے لمبے وعظوں اور کہانیوں سے لوگ تنگ آجاتے ہیں اور کوئی نفع بخش فائدہ نہیں ہوتا۔

**تعلیمی اداروں کی اصلاح**

تعلیمی اداروں سے مراد، اسکول سے لے کر یونیورسٹی تک تمام ادارے ہیں۔ ان اداروں کے اندر اخلاقی اقدار کو فروغ دیا جائے۔ طلبہ کے اندر علمی سوچ اجاگر کی جائے۔ ان کے اندر قوم اور ملک کی محبت اور اسلام کی عزت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ طلبا اور طلبات کے اندر خود اصلاح معاشرہ کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ ان کے اندر دین اسلام پر عمل، قانون کا احترام اور ملک سے وفاداری کی نہ مٹنے والی قوت پیدا کی جائے۔

آج کا بچہ کل کا باپ بھی یہی بچے۔بڑے ہو کر ملک کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی معاشرے کے ارکان بنتے ہیں لہٰذا ان کے اندر خوش اخلاقی،،بڑوں کا احترام، دین اسلام کی شناخت پیدا کی جائے تاکہ ایک صالح معاشرہ سامنے آجائے۔

### اساتذہ کی اصلاح

استاد معاشرے کا معمار ہوتا ہے بشرط یہ کہ وہ اس قدر اور مرتبے کو سمجھے۔ استاد کی حیثیت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر اساتذہ کرام کی تربیت اور اصلاح ان خطوط پر کی جائے کہ وہ قوم کے بچوں سے صالح افراد تیار کرلیں نہ قوم کے بچوں سے بچھو اور سانپ تیار کریں۔ استاد ہو لیکن مسلمان استاد ہو، تو معاشرے کا ہر فرد صالح رہے گا کیونکہ ان کی تربیت ایسی ہوگی جس سے صالحیت پھیلے گی۔

### دینی مدارس کی اصلاح

دینی مدارس سے مراد وہ تعلیمی ادارے ہیں جہاں صرف قرآن وسنت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اداروں کی اصلاح یہ ہے کہ ان کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے۔ یہ قدیم اور جدید کے فاصلے مٹائے جائیں ۔

ان مدارس سے فارغ ہونے والے افراد کے اندر داعی کا دل ہو، وہ سرداری جانتے ہوں، وہ لوگوں کے اندر دعوت حق پھیلانے کی صلاحیت رکھتے ہوں، ان کے اندر حکمت کے صفت بدرجہ اتم موجود ہو وہ صرف گفتار کے غازی نہ ہوں بلکہ کردار کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوں۔ وہ اپنے محلے اور آس پاس کے لوگوں کے اندر باعزت ہوں۔ تب یہی افراد اصلاح معاشرہ کے لئے بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔

### مکاتب کا قیام اور اصلاحی نصاب کی تیاری

محلوں اور مساجد کی سطح پر چھوٹے یا بڑے مکاتب قائم کیے جائیں۔ جہاں سے مسلمان بچے قرآن، نماز، مذہب اور دین کے ضروری مسائل سیکھ سکیں۔ ساتھ ان کی شوخی اور شرارتوں کی اصلاح ہو جائے۔ یہی اثر ان پر بڑھاپے تک رہے گا۔

### اصلاحی نصاب کی تیاری

اصلاحی نصاب سے مراد اس طرح کا نصاب ہے جس میں دین اسلام کے ضروری امور کا ذکر ہو اور فرقہ وارانہ تعصب سے پاک ہو۔ کوئی مسلمان یا غیر مسلم اسے پڑھے تو اس کے اندر علمی وقار اور علمی فکر پیدا ہو جائے وہ اسلام کے ضروری مسائل سے بے خبر ہو جائے۔

اصلاحی نصاب میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ وہ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں۔ دور جدید کے شکوک اور شبہات کا اس میں ازالہ ہو۔ اس میں مسلمانوں کی تاریخ اور عظمت کا ذکر ہو اس میں اچھائی تعریف اور برائی سے نفرت کا مواد ہو تاکہ اذہان اور قلوب اسلام کی حقانیت سے منور ہو جائیں۔

یہی دس صفات انشاء اللہ اصلاح معاشرہ کے لئے مضبوط بنیاد ثابت ہوں گی۔ جس پر ایک اعلی تعمیر بن سکے گی اور نتیجتاً حسب ذیل فوائد سامنے آئیں گے۔

انفرادی طور پر افراد کی اتنی قابل ذکر تعداد پیدا ہو جائے گی جو اس ذمہ داری کو نبھا سکیں گے۔

معاشرے میں ایسے گروہ اور جماعت میں موجود رہیں گی جو اجتماعی سطح پر اس کام کو کر سکیں۔

بحیثیت مجموعی امت مسلمہ میں وہ اجتماعی ضمیر موجود ہو جائے گا جو برائی کو اجتماعی سطح پر برداشت نہ کر سکتے ہوں اور رائے عامہ اتنی مضبوط ہو جائے گی کہ برائی خود بھی سطح زمین پر آنے کی جرات نہ کرے گی۔

حکومت کی بھاگ دوڑ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی جو معروف کو قائم کرنے اور برائی کا خاتمہ کرنا ان کے مقاصد

میں شامل ہوگا۔

**نتائج البحث:**

1. معاشرے کے بڑھتے مسائل کی روک تھام کے لیے جو اقدامات کیے جاتے ہیں وہ ناکافی ہیں۔
2. معاشرے کی اصلاح کسی ایک فرد، ادارے یا تنظیم کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ تمام امت مسلمہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ معاشرے کی اصلاح میں اپنا حصہ ڈالیں کیونکہ اصلاح نہ کرنے کا وبال تمام امت پر آئے گا۔
3. معاشرے کی اصلاح یا بگاڑ میں اہم کردار حکومت و سیاست کا ہوتا ہے اگر بڑے پیمانے پر اصلاح معاشرہ کے لیے اقدامات ہوں گے تو مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔
4. اصلاح معاشرہ کے لیے اسلامی حکومت کا قیام ضروری امر ہے۔
5. معاشرے کا قیام افراد سے ہوتا ہے اور افراد کی اصلاح ان کے تعلیمی اداروں سے ہوتی ہے مگر نصاب اور تعلیمی سرگرمیاں اس امر سے محروم ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

## حواشی وحوالہ جات

[1] آل عمران، الآیۃ: 110

*Āl ʿImrān, Al Āyah: 110*

[2] التوبۃ، الآیۃ: 112

*Al Tawbah, Al Āyah: 112*

[3] ابوالفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر ابن کثیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ط 1914، ج 2، ص 19

*Abū al Fidā,, Ismāʿīl bin ʿUmar bin Kathīr, Tafsīr Ibn Kathīr, (Nāshir: Dār al Kutub al ʿIlmiyyah, Bayrūt, 1914ac), Vol: 2, P:19*

[4] شوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، دار ابن کثیر، بیروت، ط 1414، ج 3، ص 363

*Shawkānī, Muḥmmad bin ʿAlī bin Muḥmmad, Fatḥ al Qadīr, (Nāshir: Dār Ibn Kathīr, Bayrūt, 1414ah), Vol:3, P:363*

[5] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، الحسبۃ فی الاسلام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ص 63

*Ibn Taymiyah, Aḥmad bin ʿAbd al Ḥalīm, Al Ḥasbah Fī al Islām, (Nāshir: Dār al Kutub al ʿIlmiyyah, Bayrūt), P:63*

[6] فتح القدیر، ج 1، ص 337

*Fatḥ al Qadīr, Vol: 1 P:337*

[7] گوہر رحمان، مولانا، اسلامی ریاست، دار المعارف اسلامی، لاہور، ط 2002، ص 24،23

*Gawhar Raḥmān, Mawlānā, Islāmī Riyāsat, (Nāshir: Dār al Ma'ārif Islāmī, Lahore, 2002ac), P:23, 24*

[8] الحج، الآیۃ: 41

*Al Ḥaj, Al Āyah: 41*

[9] الحسبۃ فی الاسلام، ص 63

*Al ḥasbah Fī al Islām, P:63*

[10] الانفال، الآیۃ: 25

*Al Anfāl, Al Āyah: 25*

[11] المائدۃ، الآیۃ: 62-63

*Al Mā,idah, Al Āyah: 62, 63*

[12] المائدۃ، الآیۃ: 78-79

*Al Mā,idah, Al Āyah: 78, 79*

[13] الاعراف، الآیۃ: 163-166

*Al A'rāf, Al Āyah: 163-166*

[14] شیخ الوقت، امام الائمہ، فقیہ العصر، شیخ الحدیث، حافظ الحدیث ابو بکر عبد اللہ بن محمد المعروف ابن ابی الدنیا مشہور حفاظِ احادیث میں سے تھے۔ ابن ابی الدنیا شہزادگانِ خلفائے عباسیہ کے اَتالیق رہے۔ حافظ ذہبی نے "تذکرۃ الحفاظ" میں لکھا ہے۔ ابن ابی الدنیا محدث، عالم اور سچے راویوں سے ہیں۔

[15] یوشع بن نون موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے اور جانشین تھے۔ آپ کو موسیٰ نے اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ مسیحی ان کا نام یشوع بن نون لکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ نے ان کو نبوت سے نوازا۔

16 عبد اللہ بن عباس ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ انہوں نے اپنی کم سنی اور نو عمری کے باوجود حصولِ علم کے ہر طریقے کو اختیار کیا اور اس راہ میں انتہائی جاں فشانی اور ان تھک محنت سے کام لیا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چشمہ صافی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر سیراب ہوتے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد وہ باقی ماندہ علما صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے بھرپور استفادہ فرمایا۔

[17] محمد طاہر، مولانا، ضیاء النور، اشاعت اکیڈمی، پشاور، ص 297

*Muḥmmad Ṭāhir, Mawlānā, Ḍiyā, al Nūr, (Nāshir: Ishā'at academy, Peshawar), P:297*

[18] الحج، الآیۃ: 41

*Al Ḥaj, Al Āyah: 41*